نگہت ریحانہ

میرا آئیڈیل

سبھی سے تیری محبت کی داستاں کہہ دی
میں یہ خزانہ چھپا کر بھلا کہاں رکھتا

ہر انسان کی زندگی میں ایک ہستی ایسی ضرور ہوتی ہے جو محبتوں کی سچائی کا یقین دلاتی ہے جو اعتماد و یقین کی دولت عطا کرتی ہے۔ جس کی معصوم مسکراہٹ زندگی کی معصومیت کا یقین دلاتی ہے جو اپنی آنکھوں میں محبتوں کے دیپ جلائے ہمارے چہار جانب رقصاں رہتی ہے۔ اس کے وجود سے ہمیں محبت کی مہک آتی ہے۔ وہ محبت جو ہمارے لیے حیات کی نیکیوں اور اچھائیوں کی پیامبر ہوتی ہے۔ مجھے بھی اعتماد، یقین، حق و صداقت خلوص و محبت کے جذبے ایک عظیم شخصیت نے ودیعت کیے ہیں۔ آئیے میں آپ کو اُس شخصیت سے ملواتی ہوں جو میرے عظیم "ماموں جان" کی ہے مگر پھر سوچتی ہوں اُن کی ہمہ گیر ذات کو میں اپنے چند حقیر لفظوں سے کہاں احاطۂ تحریر میں لاسکوں گی

آج جب انکل مشتاق نے مجھ سے ماموں جان کے بارے میں کچھ لکھنے کو کہا تو میرے ذہن کے پردے پر یادیں اور اُن کی باتیں فلم کی طرح چلنے لگیں۔ ہم تینوں بہنوں اور بھائی کا نام ماموں جان نے خود بڑی محبت اور چاؤ سے رکھا اور ہمیں یہ نام بہت عزیز ہیں۔ جب مجھے اس نام سے پکارا جاتا ہے تو مجھے اس نام میں اپنے پیارے ماموں جان کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ وہ خوشبو جو آج بھی ہمیں اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔

ماموں جان دھیمے دھیمے لہجے میں مشفقانہ گفتگو کرتے تھے۔ ماموں جان گفتگو کے فن سے واقف تھے۔ آپ ہر عمر کے افراد سے اُنھی کی ذہنی سطح اور معیار کے مطابق گفتگو کرتے۔ وہ جب بھی ہمارے گھر آتے، ہم بہن بھائیوں سے ہمارے دل پسند موضوعات پر گفتگو کرتے اور یہ گفتگو کبھی بے مقصد نہیں ہوتی تھی۔ وہ جب بھی کوئی بات کہتے اُس کی تہ میں کوئی نہ کوئی مقصد پنہاں ہوتا۔ ماموں جان نے ہمارے درمیان دوستانہ فضا قائم کرکے تکلف اور بلاجواز احترام کی دیوار

گرادی تھی۔ ہم میں سے ہر ایک یہ محسوس کرتا کہ ماموں جان اسے زیادہ چاہتے ہیں۔ عصمت کو ہمیشہ گھریلو کام میں دلچسپی لینے کی تلقین کرتے، کیوں کہ امّی ماموں جان سے اکثر یہ شکوہ کرتیں کہ یہ ہر وقت آپ کی کتابوں میں مگن رہتی ہے۔ عفّت کو ڈرائنگ کا بڑا شوق تھا۔ اُسے ہمیشہ اس طرح چھیڑتے "اور تم نے کتنی چڑیاں بنائیں"۔ ماموں جان اکثر ہمیں مخصوص ناموں سے چھیڑتے تھے۔ وہ اکلوتے بھانجے حارث سے بے پناہ محبّت کرتے تھے مجھے یاد ہے ماموں جان ہر ملاقات پر حارث کو ایک روپیہ دیتے۔ جس کو خود ماموں جان نے ٹکٹ کا نام دیا تھا۔ آج بھی حارث کے پاس وہ ٹکٹ بڑے عظیم خزینے کی طرح جمع ہیں۔

میرے لیے ماموں جان ایک آئیڈیل شخصیت تھے۔ اُن کی زبان سے نکلا ہُوا ہر لفظ میں اپنے دل و دماغ میں محفوظ کرتی۔ ماموں جان مجھے ہمیشہ تلقین کرتے کہ اگر تم اپنی ذات سے کسی کو رتی برابر بھی فائدہ پہنچا سکتی ہو تو اس امر میں ذرا نہ ہچکچاؤ مگر اگلے سے کوئی توقع مت رکھو۔ دوسری صورت میں سوائے دُکھ اور ملال کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ خود ماموں جان پوری زندگی اس اصول پر کاربند رہے۔ وہ سراپا محبت تھے۔ اُن کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ ہم اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کو دور کرلیں۔ میری جلد طیش میں آجانے کی عادت کو محسوس کرتے ہوئے یکم جون ۱۹۷۲ء کو ماموں جان نے میری آٹوگراف بک پر لکھا:

"تم اُس آگ سے کیوں نہیں ڈرتے جو خود تمھارے اندر ہے۔ غصّہ تمھارے اپنے وجود کو اس طرح پھونکتا رہتا ہے کہ تمھیں خبر تک نہیں ہوتی۔ دماغ ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرو!"

ایسے ہی ایک موقعے پر ماموں جان نے لکھا:

"قہقہہ دراصل وہی ہے جو آنسوؤں کے سمندر میں تیرتا ہوا لبوں تک آتا ہے!"

ہم چاروں بھائی بہنوں سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ہمارے ہر رزلٹ کے موقع پر خود آتے، ہم لوگوں کو انعام دیتے اور دل لگا کر محنت سے پڑھنے کی تلقین کرتے۔ مجھے یاد ہے ایک بار رزلٹ کے موقع پر ماموں جان نے مجھے نقد انعام دیا تو امّی نے کہا کہ آپ اس کے پرائز بانڈ لا دیں۔ یہ سُن کر ماموں جان نے جواب دیا کہ میں یہ ہرگز نہیں چاہوں گا کہ بچپن سے ان کے ذہن میں بیٹھے بیٹھے بہت سارا روپیہ مل جانے کا تصوّر پروان چڑھے اور یہ محنت کی عظمت سے واقف نہ ہو سکیں۔ آج جب یادوں کو مجتمع کرتی ہوں تو ماموں جان کا ہر ہر لفظ پند و نصیحت کا عظیم درس محسوس ہوتا ہے۔

ماموں جان کی شدید خواہش تھی کہ اُن کے خاندان کا کوئی فرد اس دشت کی سیّاحی میں اُن کے ہمراہ ہو۔ جب انھوں نے مجھ میں ان "جراثیم" کو محسوس کیا تو بہت خوش ہوئے۔ جب میں نے پہلی بار ان کو اپنا مضمون اور پھر نظم اصلاح کے لیے دی تو ان کی خوشی دیدنی تھی۔ انھوں نے بے ساختہ مجھے گلے لگایا پھر میری حوصلہ افزائی کے لیے ماموں جان اکثر مجھے موضوع دے دیا کرتے۔ میں مضمون لکھ کر اس پر ان سے اصلاح لیتی۔ وہ اس کی خامیوں سے مجھ کو آگاہ کرتے۔ ساتھ ہی پُراثر تحریر کے اسرار و رموز سے آگاہ کرتے۔ جب میں نے کالج میگزین کی ادارت سنبھالی تو ہر لمحہ ماموں جان نے میری راہنمائی کی۔ اس وقت وہ ایشیا کے نامور مصنّف نہیں بلکہ صرف اور صرف میرے ماموں جان ہوتے تھے۔ ان میں بڑے ادیبوں کی طرح اپنی صلاحیتوں کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھنے کا زعم نہیں تھا۔ وہ اپنی صلاحیتوں کو دوسروں تک منتقل کرنا چاہتے تھے۔ جب پہلی بار بچّوں کی عمران سیریز منظرِ عام پر آئی، اُس وقت بھی ماموں جان نے اس بات کا شدّت سے اظہار کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ بچّوں کی عمران سیریز بھی میرے ادارے سے میری زیرِ نگرانی شائع ہو اور اس کے لیے ان کی نظرِ انتخاب مجھ پر پڑی تھی لیکن افسوس موت نے انھیں مہلت نہ دی۔ ماموں جان میرے مہربان اُستاد بھی تھے۔ میں نے اپنے شوق کی وجہ سے اختیاری اُردو کا مضمون لے رکھا تھا اور ماموں جان مجھے شفیق اُستاد کی طرح اُردو پڑھاتے اور اس طرح محو ہو جاتے گویا جماعت میں ایک پروفیسر لیکچر دینے میں مصروف ہو۔ آپ کی آواز بہت پُرکشش تھی، اس قدر شفقت اور نرمی سے سمجھاتے کہ سب دل میں اُترتا چلا جاتا۔

ماموں جان کی ہستی ایک شجرِ سایہ دار کی تھی۔ ایسا شجر جس کی چھاؤں اور ٹھنڈک کو ہم آج ترستے ہیں۔ خود ماموں جان کا ایک شعر اُن کی پوری شخصیت کا عکاس ہے ؎

وہ جس کا سایہ گھنا گھنا ہے
بہت کڑی دُھوپ جھیلتا ہے

ہم لوگوں سے ماموں جان کی محبّت کا یہ عالم تھا کہ جس دن نئی کتاب بازار میں آتی، اسی دن خود وہ کتاب ہمارے گھر لے کر

آتے۔ بعد میں ہم سب بہن بھائی دل کھول کر ان کے سامنے اس پر تبصرہ کرتے۔ آپس میں جھگڑتے اور وہ اپنی مخصوص مسکراہٹ لبوں پر لیے ہمیں دیکھتے رہتے آخر میں اپنی رائے ظاہر کرتے مگر اس طرح کہ ہم میں سے کسی کو یہ محسوس نہ ہوتا کہ اس کی بات کی نفی کی گئی ہے۔ بات کو رد کرنا تو وہ جانتے ہی نہ تھے۔

اکثر میں ماموں جان سے بحث کرتی کہ فریدی تو واقعی سُراغرساں لگتا ہے لیکن عمران اپنی بے سروپا حرکتوں کے بعد اہم کارنامہ انجام دیتا ہے تو لطف نہیں آتا۔ جس پر ماموں نے جواب دیا کہ دراصل عمران ہی تو میرا آئیڈیل ہے۔ بچپن میں جب میں باہر جاتا تو اماں تاکید کرتیں کہ کسی حال میں باہر سے تمہاری شکایت نہیں آنی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کبھی باہر دوستوں میں بحث مباحثہ یا جھگڑا ہو جاتا تو میں مار کھا لیتا لیکن گھر میں ذکر نہیں کرتا اور نہ خود بدلہ لیتا لیکن بعد میں ذہنی طور پر پورا منظر سیٹ کرتا اور خیالات ہی میں بدلہ لیتا اور یہی محرک عمران کی تخلیق کا باعث ہوا جو خاموشی سے اکثر اپنا کام تنہا انجام دیتا ہے۔

اکثر معروف شخصیات میں فخر و غرور کا عنصر پیدا ہو جاتا ہے اور ماموں جان تو عالمگیر شہرت کے مالک تھے لیکن فخر و غرور نام کی کوئی چیز ان میں موجود نہ تھی۔ وہ عام آدمی کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ ہر وقت ابنِ صفی کو اپنے اوپر طاری نہیں رکھتے تھے۔ میری سہیلیوں نے جب بھی ماموں جان سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا، ماموں جان بڑے تپاک سے اُن سے ملتے۔

ماموں جان نے ہمیشہ یہ تعلیم دی کہ مل جُل کر ہنسی خوشی زندگی گزارو۔ چند روزہ زندگی میں اختلافات اور نفرتوں کی فصل مت اُگاؤ۔ یہی وجہ ہے کہ خود بڑی سے بڑی بات نظر انداز کر دیتے تھے۔ اُن کی اس خوبی کا اعتراف تو وہ نقّال بھی کریں گے جنھوں نے ماموں جان کے کرداروں کو اپنایا لیکن ان کے خلاف کبھی کوئی جوابی کارروائی نہیں کی گئی جبکہ میں اکثر خار کھاتی لیکن ماموں جان نے ہمیشہ اپنے ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا۔

"اگر میرے یہ کماؤ پُوت کسی کا پیٹ بھرتے ہیں تو میرا کیا جاتا ہے!"

ماموں جان سے گفت گو کے بعد میں نے ہمیشہ یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ماموں جان اپنی ماں سے بے پناہ محبت کرتے تھے اکثر کہتے کہ میں آج جو کچھ بھی ہوں اپنی ماں کی دعاؤں کے طفیل ہوں۔ ہمیں تلقین کرتے کہ ماں جیسی ہستی کبھی دوبارہ نہیں مل سکتی، ہمیشہ ماں کا کہنا مانو۔ نانی کے انتقال کے بعد میں نے یہ بھی دیکھا کہ عظیم ماں کا عظیم بیٹا صبر کا پیکر بھی ہے۔ سب کی آنکھوں سے اشک رواں تھے مگر ماموں جان صبر و استقامت کا پہاڑ بنے ہر ایک کو دلاسہ دے رہے تھے لیکن بہر حال وہ ایک گداز دل کے مالک تھے۔ ایسی شخصیت جو اپنے جذبات کی تشہیر سے گریزاں ہو۔ نانی کے انتقال کے کچھ عرصے کے بعد ماموں جان ہمارے گھر آئے۔ کچھ دیر بیٹھے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے پھر اچانک مجھے اپنی کُرسی کے پاس بُلایا، نانی کی باتیں شروع کیں پھر ایک دم پھُوٹ پھُوٹ کر رو پڑے اور کہنے لگے میں اب یتیم ہوا ہوں۔ اماں میری ماں اور باپ دونوں تھیں۔

نانی کے انتقال کے بعد ماموں جان خود کو تنہا سمجھنے لگے تھے اور ماں سے جُدائی، دُعاؤں سے محرومی کے احساسات کو انھوں نے اس طرح پیش کیا۔

ایک بچّہ
اپنی ماں سے بچھڑ گیا ہے
اس میلے میں
اب کیا ہو گا؟
کون اسے گھر لے جائے گا
حیراں حیراں دیکھ رہا ہے
چاروں طرف چہرے ہی چہرے
دُھندلے چہرے
کیا یہ اس کو پہچانیں گے
کیا یہ اسے گھر تک پہنچا دیں گے
کوئی نہیں، سب ان دیکھے ان جانے ہیں
سہما سہما چیخ رہا ہے۔ ماں، ماں، ماں

... اور ماموں جان، ماں سے جُدائی زیادہ عرصہ برداشت نہ کر سکے اور صرف ایک سال کے مختصر عرصے میں ماں سے جا ملے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے